چوبیسویں قسط

بیاناتِ خوشتر
رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ

شیخ طریقت، رہبر شریعت، مبلغ اسلام
حضرت علامہ مولانا
حافظ محمد ابراہیم خوشتر رحمۃ اللہ علیہ
صدیقی قادری رضوی حامدی

زیر سرپرستی

شہزادہ علامہ خوشتر، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد مسعود اظہر قادری رضوی
سجادہ نشین خوشتر

زیر سایہ

شہزادہ علامہ خوشتر حضرت صاحبزادہ الحاج محمد میاں خوشتر صدیقی قادری
خلیفہ تاج الشریعہ

باہتمام
مولانا محمد ابراہیم خوشتر میموریل سوسائٹی
سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل
DAR-UL-RAZA

مکتبہ دارالرضا
عالمی روحانی مرکز دارالرضا انٹرنیشنل جھنگ سٹی
TEL: +92 300 6504263, +44 778 9699501
www.darulraza.net, Email: darulraza@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب:.................بیاناتِ خوشتر ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' (چوبیسویں قسط)

اسپیکر:.................حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر قادری ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ''

موضوع:.................حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ

زیرِ سرپرستی:.................شہزادہ علامہ خوشتر حضرت مولانا محمد مسعود اظہر سجادہ نشین

زیرِ سایہ:.................شہزادہ علامہ خوشتر حضرت صاحبزادہ الحاج محمد میاں خلیفہ تاج الشریعہ

زیرِ نگرانی:.................حضرت علامہ مولانا مفتی ابو نعمان عرفان شریف مدنی

باہتمام:.................مولانا محمد ابراہیم خوشتر میموریل سوسائٹی

رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل

تحریر و ترتیب:.................حافظ محمد اصغر عطاری (شعبہ تحریرات دارالرضا انٹرنیشنل)

صفحات:.................21

پبلشر:.................مکتبہ دارالرضا جھنگ سٹی

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

مکتبہ دارالرضا

عالمی روحانی مرکز دارالرضا انٹرنیشنل

بستی شہنی والی، وارڈ نمبر 7، پرانا چنیوٹ روڈ، جھنگ سٹی

TEL: +92 300 6504263, +44 778 9699501

www.darulraza.net, Email: darulraza@gmail.com

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم o فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o

یاایھاالذین اٰمنو التقوالله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدو فی سبیله لعلکم تفلحون

صدق الله مولانا العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین

قال اللّٰہ تبارک وتعالی فی شانِ حبیبه o ان اللّٰہ وملئکته یصلون علی النبی ط یاایهاالذین امنو صلو علیه وسلموا تسلیما o

اللّٰھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی ال سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وسیلہ

معزز حاضرین،سامعین،حضرات وخواتین،حضرت امام صاحب،اِس مسجد کی انتظامیہ، مذہب حق اہلسنت وجماعت پر قائم رہنے والو!اور اِس مسلکِ مہذب کی اشاعت وخدمت کرنے والو!اللہ کا یہ عظیم احسان ہے،اُس کا فضل وکرم ہے کہ اُس نے اِس دور میں آپ کو اپنی دین متین کی خدمت کیلئے چن لیا۔یہ اُس کا احسان ہے، اُس کا کرم ہے اور اُس کا انتخاب عجیب وغریب انتخاب ہے اِس سلیکشن پر ہم جتنا ناز کریں کم ہے۔آپ جانتے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا زمانہ چودھویں صدی کا زمانہ

ہے ہم عہدِ رسالت سے بہت دور ہیں۔ اللہ کے آخری رسول حضرتِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ
اِس دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے خدا کی ہدایت کو، خدا کی معرفت کو، خدا کو
وجود اور اُس کی معرفت کو، حضرتِ محمدِ مصطفیٰ نے دنیا میں پیش فرمایا۔ وہ بڑے
خوش نصیب انسان تھے۔ اُن کے مقدر کا ستارہ چمک رہا تھا۔ وہ لوگ علم و عرفان سے
مالا مال تھے۔ اللہ نے انہیں عقلِ سلیم دی تھی کہ انہوں نے اُس دور میں اللہ کے رسول
حضرتِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو پہچانا۔ جبکہ پہچاننا مشکل تھا۔ مکہ معظّمہ کی فضا، مدینہ طیبہ کا
ماحول ایسا نہ تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو آسانی سے پہچان لیا جائے اور آسانی سے
مان لیا جائے۔ حضور کی معرفت میں، حضور کے ماننے میں بہت سی رکاوٹیں تھیں، بہت
سی برائیاں تھیں، جو عربوں کے اندر پائی جاتی تھیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ انسانوں
کی ہدایت کیلئے انسانوں کے لباس میں، انسانوں کے وجود میں ایک ایسی شخصیت کو
بھیجا گیا جو شخصیت اپنی ذاتِ کاملہ کے اعتبار سے فاضل تھی، اپنی ساکھ کے اعتبار سے
کامل ترین تھی، اپنی ساکھ کے اعتبار سے بے مثال تھی، اُس کا جمال خدا کے جمال کا
مظہر تھا، اُس کا کمال خدا کے کمال کا مظہر تھا، اُس کا وجود خدا وجود کا مظہر تھا، وہ اپنی
ذات میں خدا کا مظہر اتم بن کر آیا تھا۔ اُس کی ذات سے خدا کی ذات کی معرفت، اُس
کے جمال سے خدا کے جمال کی معرفت، اُس کے کمال سے خدا کی ذات کی معرفت
سمجھ میں آتی تھی اور لوگ جانتے تھے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اُن کو کیسے جانا جائے اور کیسے
سمجھا جائے؟ کیونکہ جاننے والوں کی تعداد اُن لوگوں کی تھی، اکثریت اُن لوگوں کی تھی
جو اپنی ذات کے معیار پر حضرتِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو جاننا چاہتے تھے۔ انہوں نے

دیکھا کہ ہم بھی کھاتے ہیں اور یہ بھی کھاتے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ ہم بھی چلتے ہیں یہ بھی چلتے ہیں، انہوں نے جانا کہ ہم بھی صورتِ بشر یہ رکھتے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی صورتِ بشریہ رکھتے ہیں۔ بظاہر یہ مماثلت، بظاہر یہ تشبیہہ، بظاہر یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا انسانوں کی طرح ہونا مکہ معظّمہ کی گلیوں میں چلنا، مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم کی برکت سے مالا مال کرنا، یہی وہ حقیقت تھی جس کی وجہ سے کفار کی نگاہیں خیرہ تھیں۔ کفار معرفت سے محروم تھے، علم و یقین سے نابلد، علم و یقین سے بے خبر اور ایمان و یقین سے دور انسانوں نے جب محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ چلنے پھرنے والوں نے جب محمد رسول اللہ ﷺ کو چلتا پھرتا دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ بھی طرح چلتے پھرتے ہیں۔ کھانے اور پینے والے انسانوں نے جب محمد رسول اللہ ﷺ کو کھاتا پیتا دیکھا تو سمجھا کہ یہ بھی ہماری طرح ہیں۔ جن لوگوں کے پاس بچے تھے، اولاد تھی انہوں نے قیاس کیا کہ چونکہ ہم بھی صاحبِ اولاد ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی صاحبِ اولاد ہیں اس لئے معاذ اللہ ہمارا اور اِن کا مقام ایک جیسا ہی ہے۔ کسی چیز کو سمجھنے اور جاننے کیلئے دو چیزیں ہوا کرتی ہیں، حقیقت سے آگاہی اور حقیقت کا علم اُس وقت ہوا کرتا ہے کہ یا تو وہ انسان بے مثال ہو، یا ایسی مخلوق ہو جو ہم سے یعنی جو ہم مخلوق ہیں اُس سے بالاتر ہو۔ سرکارِ دو عالم ﷺ بظاہر ہماری طرح تھے یعنی دکھنے میں انسانوں کی طرح نظر آتے تھے۔ اِس لئے حضور ﷺ کو جاننا اور حضور ﷺ کو ماننا خدا کو جاننے اور خدا کو ماننے سے زیادہ مشکل تھا۔ کیونکہ خدا ہر طرح سے بے مثال تھا، خدا ہماری نگاہوں میں نہ تھا، خدا

تک ہمارا ناخن نہیں پہنچ سکتا تھا، خدا ہماری گرفت میں نہ تھا، ہر اعتبار سے خدا بے مثال تھا، ممتاز تھا اور محمد رسول اللہ ﷺ بظاہر ہمارے ساتھ ملے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ وہ بیٹھتے تھے، ہمارے ساتھ وہ چلتے تھے۔ اِس لئے کفارِ مکہ کیلئے اور مدینہ طیبہ کے منافقوں کیلئے یہ جاننا اور سمجھنا مشکل تھا کہ آیا ہم میں جو شخصیت جلوہ فرما ہے، ہم میں جو ذات موجود ہے کہ دیکھنے میں وہ انسانوں کی طرح ہے، اِس کے باوجود کہ وہ چلتے اور پھرتے ہیں، اِس کے باوجود کہ وہ کھاتے اور پیتے ہیں لیکن اِن تمام حقائق کے باوجود وہ ہم سے بے مثال ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ کے وہ مطلوب ہیں۔

عزیزانِ گرامی، عزیزانِ ملتِ اسلامیہ! یہ کافروں کیلئے رکاوٹ تھی، بہرحال یہ کہ جاننے والوں نے جانا، اور کب جانا جب اُن کی نظر اپنے وجود سے ہٹ کر محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود پر پڑی۔ جب تک وہ اپنے وجود میں کھوئے رہے، جب تک وہ اپنے وجود کا احترام کرتے رہے، جب تک انہوں نے سمجھا کہ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں۔ حجاب کا پردہ اُن کے درمیان حائل رہا اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ جان سکے لیکن جب اُن کی نظر اپنے وجود سے ہٹ کر یا یوں کہئے کہ جب تک اپنے وجود کی کمزوریوں پر، اپنے وجود کے گناہوں پر اور اپنے وجود کی خامیوں پر جب اُن کی نظر پڑی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے جان لیا اور پہچان لیا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام کیا ہے۔ چونکہ یہاں صوفیائے کرام بھی ہیں اور یہ میرا اپنا ذوق بھی ہے اِس لئے میں یہ بتاؤں کہ ہر دور میں انسان کا وجود اُس کیلئے حجاب رہا ہے۔

صوفیائے کرام نے ہماری جو تربیت کی انہوں نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ جب تک یہ وجود کا پتلا تم اپنے وجود سے اونچا ہو کر کسی ایسے وجود کو پا نہیں سکتے کہ جو وجود پاک ہو، جو وجود نوری ہو، جو وجود اصل ہو۔ تم اگر میں اور یہ جو سایہ ہے اگر تم اسی میں الجھتے رہے تو تمہیں حقیقت کا پتہ نہیں چل سکے گا اسی لئے صوفیائے کرام نے فرمایا کہ اے انسان جب تو چاہتا ہے کہ ایسے وجود کو جون لے کہ جس وجود کے نتیجے میں تو ہے، ایسی شخصیت کو جان لے کہ وہ شخصیت تجھ سے اچھی ہے، تجھ سے بہتر ہے، تجھ سے بے مثال ہے تو اِس کیلئے ضروری ہے کہ تو اپنے وجود کی نفی کرے تو یہ سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ جب تو سمجھے گا کہ میں کچھ نہیں ہوں تو اِس کے بعد ایسا تیرے سامنے آئے گا کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کچھ بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں نفی کرائی جاتی ہے ''لا الہ'' نفی کرو۔ سارے معبودانِ باطل کی نفی کرو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اے بندے تو اپنے وجود کی نفی کر کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ جب تو یہ سمجھے گا کہ میں کچھ نہیں ہوں تو اُس کے بعد تیرا معبودِ حقیقی تیرے سامنے ہوگا۔ رب العزت کے جلوے تیرے سامنے ہوں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا فیضان تیرے سامنے ہوگا۔ مکہ معظّمہ کے کافروں کی نظر اپنے وجود پر تھی۔ اور آج کے دور میں سارا جھگڑا ہی یہی ہے کہ ہم نے اپنے وجود کو معتبر مانا ہے اپنے وجود کو ہم نے سمجھا کہ اِس کے اندر سب کچھ ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہماری نظر اپنے وجود پر ٹھہر گئی تو وہ وجود ہمارے سامنے نہ آسکا جو خالقِ حقیقی ہے اور مالکِ حقیقی ہے اسی لئے ارشاد فرمایا گیا کہ مکہ معظّمہ کے کافر اور مدینہ طیبہ کے منافقوں کی نظر اپنے وجود پر تھی اسی لئے وہ حضرت محمد رسول اللہ

ﷺ کو نہ جان سکے، نہ پہچان سکے اور جن لوگوں کی نظر اپنے وجود سے ہٹ کر صرف محمد رسول اللہ ﷺ پر جن لوگوں کی نظر تھی انہوں نے حضرتِ محمد مسطفی ﷺ کو پہچانا ، جانا اور مانا۔ بات میں یہ کر رہا ہوں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے وجود کو جاننے کیلئے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی معرفت کیلئے چودھویں صدی ہمیں چنا گیا اور آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ چودہ سو برس کا عرصہ بڑا ہنگامی عرصہ گزرا ہے بہت سی تحریکیں اُٹھیں ، الحاد و بے دینی کا طوفان ہمارے سامنے آیا کفر و ارتداد کا سیلاب بھی اِس زمین پر آیا اور اِس طرح سے بہت سی تحریکیں آئیں اور ختم ہو گئیں ۔لیکن اے الٰہ العالمین تیرا فضل ہے اور تیرا شکر ہے کہ اِس دور میں چودہ سو برس پہلے کی یہ امانت تو نے زمین والوں کے سپرد کی تھی اور اِس زمین کو اپنی امانت سے تو نے مالا مال کیا تھا، دولت سے مالا مال کیا تھا اُن کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اُس امانت کو اور اُس دولت کو تو نے ہمیں عطا فرمایا چودہ سو برس کے بعد بھی ہم الحمد للہ اُس امانت کو اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ایمان اور یقین کی ضمانت حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے وہ آشنا ہے۔ میں نے قرآن مقدس کی بھی تلاوت کی ہے اسی سلسلے سے بھی کچھ عرض کروں گا۔ فرمایا کہ

یاایھاالذین امنوا اے ایمان والو!

ایمان والے کون ہیں اور کیا ہیں یہ ایک الگ موضوع ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! **اتقو اللہ** اللہ سے ڈرو۔ ایمان والو اُن کو بھی کہا گیا جو صحابہ ہیں، ایمان والو اُن کو بھی کہا جو تابعین ہیں، ایمان والو اُن کو بھی کہا گیا جو تبع تابعین ہیں۔ مختصر یہ کہ قیامت

تک جو بھی زمانہ آئے گا قرآن کریم کا طلاق اُن سارے مؤمنین پر ہوگا جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو

اور یہ ایمان، یہ عرفان، یہ ایقان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے منتقل ہوتا ہوا اِس زمانے تک پہنچا۔ بات چونکہ یہاں وسیلے کی ہے اِس لئے میں دوسرے انداز سے یہاں پیش کر رہا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ یقیناً وہ مبارک زمانہ تھا، صحابہ اُس میں موجود تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ تابعی کی نظر، اور تابعی کا علم یہ محتاج تھا صحابہ کے علوم کا اور صحابہ کی معرفت کا، تابعی براہِ راست حضرتِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اقتباس نہیں کر سکتے تھے۔ اِس لئے صحابہ کے ذریعے سے، صحابہ کے فیضان سے انہیں علم حاصل ہوا اور حضرتِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوئی۔ عرض یہ کرنا ہے کہ تابعین نے صحابہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانا اور تبع تابعین نے تابعین کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانا۔ ہر دور اپنے پچھلے دور پر اعتبار کرتا رہا چودہویں صدی نے تیرہویں صدی کے علماء و مشائخ پر اعتبار کیا، اور تیرہویں صدی نے بارہویں پر اور بارہویں نے گیارہویں پر، میرے دوستو علم و عرفان کا حسین سلسلہ اور حسین و جمیل قافلہ حضرتِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضان کو لے کر، علوم کو لے کر، عرفان کو لے کر چلا جو اُس قافلے سے گیا وہ علوم و عرفان کا حامل ہوا، علوم و عرفان کو جاننے والا، ماننے والا اور اپنے سینوں میں رکھنے والا ہوا۔ یہ شجرہ طیبہ کیا ہے؟ صوفیائے کرام کی مجلس کیا ہے؟ میرے دوستو علم و عرفان کی منتقلی کا حسین و جمیل سلسلہ ہے۔ اگر صوفیائے کرام کے اِس

سلسلے کو اِن سے ایک لڑی نکال دی جائے، اِن سے ایک کڑی نکال دی جائے تو آپ یقین مانئے کہ چودہویں صدی کا کوئی ایک مولوی یا صوفی حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر یہ صوفیائے کرام کی یہ بات نہیں بلکہ میں کہتا ہوں یہ علوم کا جو سر چشمہ ہے یہ قرآن، علوم کا سر چشمہ ہے حدیث، علوم کا جو سر چشمہ ہے فقہ، علوم کا جو سر چشمہ ہے اجماعِ امت۔ یاد رکھو قرآن تک پہنچنے کیلئے ہمیں تیرہویں صدی کے علماء پر یقین کرنا پڑے گا کہ یہ وہی قرآن جو حضرتِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آئے۔ ظاہر ہے کہ اِس قرآن کو جاننے کیلئے اور اِس قرآن کو ماننے کیلئے، اب لوگ کہتے ہیں کہ بھائی اللہ کو مانو، اللہ کو ہم مانتے ہیں۔ رسول اللہ کو مانو، رسول اللہ کو ہم مانتے ہیں۔ لیکن میں اُن لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ جو صوفیائے کاملین، علماء اور محققین کو نہیں مانتے یا حسنِ اعتقاد نہیں رکھتے اُن سے میں پوچھتا ہوں کہ یہ علم کا سر چشمہ اُن کے ہاتھ کیسے آیا؟ یہ دین کی دولت تمہیں کیسے ہاتھ آئی؟ اِس لئے یاد رکھو کہ کوئی چیز براہِ راست ہمیں مل نہیں سکتی۔ نہ نماز، نہ زکوٰۃ ہمیں مل سکتی ہے، نہ روزہ مل سکتا ہے، نہ حج مل سکتا ہے۔ ہم محتاج ہیں اپنے علماء کے، اپنے مشائخ کے، اپنے محدثین کے، یہی وجہ ہے کہ جب قرآن کی سند دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہی وہ قرآن ہے جو حضرتِ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس قرآن کو محمد رسول اللہ ﷺ سے لیا، زید ابن ثابت نے لیا، خلفائے راشدین نے لیا اور اُن سے عکرمہ نے لیا، اور اُن سے علقمہ نے لیا اور اُن سے فلاں نے لیا اور فلاں نے لیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچنے کیلئے میرے دوستو سلسلہ اور رابطہ قائم کرنا پڑتا ہے۔ پھر ایک حدیث کا پڑھنے والا اور جاننے

والا کہتا ہے کہ یہ حدیث میرے استاد نے یہ کہہ کر جو حدیث بیان کی کہ حدثنا، واخبرنا رسول اللہ ﷺ ۔۔۔اس کیلئے ضروری ہے کہ میں اپنے استاد پر اعتماد کروں۔ پھر میں اپنے دادا استاد پر پھر میں پردادا استاد پر پھر شاہ عبدالعزیز تک پہنچا، شاہ ولی اللہ تک پہنچا وغیرہ مقصد یہ ہے کہ یہ سارے سلسلے اُس وقت معتبر ہوں گے کہ جب ہم بزرگوں کو اور اُن روایتوں کو تسلیم کریں گے کہ جن روایتوں نے نتیجے میں ہمیں دین مل رہا ہے۔ میرے دوستو میں وہ بات آپ کو نہیں کہتا کہ جس کو سن کر لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کہ صاحب دیکھو کہ کوئی نعرہ مستانہ لگا رہا ہے یارسول اللہ ﷺ، کوئی کہتا ہے یاغوثِ اعظم۔ یارسول اللہ کا نعرہ اپنی جگہ حق ہے، یاغوثِ اعظم اپنی جگہ حق ہے، المدد یا دستگیر اپنی جگہ حق ہے لیکن میں تو تمہیں دین کی باتیں بتارہا ہوں کہ یہ تو دین ہے۔ قرآن وسنت اور اجماعِ امت اور فقہ، یاد رکھو نماز کو دیکھ لو رکوع کو دیکھ لو، قیام فرض ہے، رکوع بھی فرض ہے اور سجدہ بھی فرض ہے، یہ فرائض، یہ واجبات، یہ سنن ان کو جاننے کیلئے ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ اس صدی کے جو علماء ہیں، اِس صدی کے جو مشائخ ہیں اُن کا عمل کیا ہے؟ اِس صدی کے علماء ہمیں بتائیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن میں لکھا ہوا ہے، حدیث میں لکھا ہے، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جنابِ والا فقہ کی کتابیں ظاہر ہے کہ وہ تو آپ کے سامنے لکھی نہیں گئیں۔ فقہ کی کتابیں جو ہیں وہ تو قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے دین کو متعین کیا، دین کے مسائل بتائے تو میرے دوستو! یہ انسان اِس دین کا قدم قدم پر محتاج ہے۔ اپنے سلف کا اپنے صالحین کا، اپنے سلف اور صالحین سے ہٹ کر کے میں چاہتا ہوں کہ ارے دوسری باتوں کو جانے دو

،واللہ مصلے پر کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا، نماز کی کوئی ایک رکعت نہیں پڑھ سکتا جب تک کہ اپنے سلف اور صالحین کی سنتوں کو اور عمل کو سامنے نہیں رکھے گا۔ دوسری باتیں تو میرے دوستو وہ ہیں کہ جن پر بحث کی جاسکتی ہے زبردستی ،لیکن بتاؤ تو سہی کہ جو دین کا سرچشمہ ہمارے سامنے ہے یہ دین کا سرچشمہ اُن نفوسِ قدسیہ سے ہمارے تک آیا، ایک بات میں آپ کو بتاؤں کہ قرآن سچا ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں۔ قرآن اللہ کی جانب سے نازل ہوا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب پر قرآن کا فیضان ہوا اور قرآن نازل ہوا، قران سچا کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سچے۔ اب بات میرے دوستو اِس کی نہیں ہے۔ اب ہم پہلی صدی میں نہیں، پہلے دور میں نہیں، چودہویں صدی میں ہیں۔ چودہویں صدی کے علماء ومشائخ ہیں ہمیں اِن کو سچا ماننا پڑے گا جب ہم اِن کو سچا مانیں گے تو اُس کے بعد دین کا وہ سرچشمہ دین کے وہ اصول جو اِن نفوسِ قدسیہ کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں پھر لازم آئے گا کہ ہم نے اِن کو سچا جانا اور سچا مانا۔ تو یہ قرآن اور حدیث جو کچھ بھی دین کا مجموعہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اِس کیلئے چوہ سو برس کے علماء اور مشائخ ہیں اِن کو سچا ماننا پڑے گا، سچا جاننا پڑے گا، اچھا جاننا پڑے گا ۔ پھر جا کر ہم اِس قابل ہوں گے کہ ہم کہہ سکیں کے ہم حضرتِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت پر عمل کر رہے ہیں۔

میرے دوستو یہ تقلید کیا ہے؟ اصل میں یہ تقلید جسے دیکھئے وہ امام اعظم امام ابو حنیفہ کا مقلد ہے۔ کوئی حضور امام شافعی کا مقلد ہے۔ یہ تقلید کیا ہے؟ اصل میں یہ تقلید اللہ رب العزت نے گمراہیوں سے ہمیں بچا کر ہدایت کی راہ پر متعین کر دیا ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ

جو تقلید سے الگ ہو گئے انہیں آج تک ہدایت نہ ملی یہاں تک کہ وہ گمراہ ہو کر دنیا سے چلے گئے۔اسی لئے تقلید کو واجب قرار دے دیا گیا کیونکہ تقلید سے ہماری راہیں متعین ہوتی ہیں،اور سلسلہ متعین ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اتقوا اللہ ''اللہ سے ڈرو'' اور اللہ سے ڈرو کیسے؟ جس طرح اللہ والے اللہ سے ڈرے۔اگر خدا کے خوف کیلئے تم نے کوئی اور راستہ متعین کیا تو یاد رکھو کہ اللہ کا ڈرنا اور اللہ سے ڈرنا وہ اللہ سے ڈرنا نہیں ہوگا۔کیوں کہ اللہ سے خوف کیلئے اُن راہوں کو متعین کرنا ہوگا،جن راہوں سے خدا کے بندے اور جن طریقوں سے خدا کے بندے اللہ سے ڈرتے رہے ہیں۔

معبودانِ باطل کے پوجنے والے وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم خدا سے ڈرتے ہیں۔آج جو لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر رہے ہیں اُن کی عزت کا انکار،اُن کی عظمت کا انکار،وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں۔کفارِ مکہ بھی کہا کرتے تھے،معبودانِ باطل کی پرستش کرنے والے بھی کہا کرتے تھے،آج جو سورج کی پوجا کرتا ہے اُس سے بھی لو وہ بھی کہتا ہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔آج لات وعزی اور بتوں سے سامنے جھکنے والا انسان وہ بھی کہتا ہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔لیکن اُن کے یہ کہنا غلط ہے۔

خدا سے ڈرنے کا جو طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور جس طریقے پر چودہ سو برس سے ہمارے علماء ومشائخ چلتے رہے یہ ہے خدا سے ڈرنے کا طریقہ۔اِس کے علاوہ اگر کوئی خدا سے ڈرنے کا دعوی کرے گا تو وہ دعوی غلط ہوگا۔

یا ایھا الذین آمنوا معلوم یہ ہوا کہ اللہ سے ڈرنا اُس وقت معتبر ہوگا کہ جب اٰمنوا کی کیٹیگری میں اور اٰمنوا کے سرکل میں جب کوئی آدمی آجائے گا تو پھر اُس کا یہ کہنا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں معتبر ہوگا۔ جب تک وہ اٰمنوا کے زمرے میں وہ نہیں آتا تو اتقوا للّٰہ کہنا یا یہ کہ ن التقو اللّٰہ کہنا معتبر نہین ہوگا کیونکہ وہ اٰمنوا کے سرکل میں نہیں ہے۔ اٰمنوا ایمان والے ہوجاؤ گے اور ایمان والا ہونا آپ جانتے ہیں کہ عجیب وغریب باتیں آج کل کی جاتی ہیں مثلاً کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ''جس نے یہ کہہ دیا لا الٰہ الا اللّٰہ'' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اللہ اکبر اندازہ کیجئے کہ حدیثوں کا مذاق اِس طرح سے کیا جاتا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا بس ہدایت کا سامان ہمیں مل گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیں ضرورت نہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ یہاں تک بات کی جاتی ہے اور لوگوں نے تفسیر کی کتابیں لکھ لکھ کے پوری دنیا میں پھیلا رکھی ہیں اور لکھا ہے کہ ''جو یہودی ہوا اور نصرانی ہوا اور اللہ پر ایمان لایا'' تو بس جو یہودی ہو کر اللہ پر ایمان لایا اُس کو بھی نجات ہے اور جو نصرانی ہو کر اللہ پر ایمان لایا اُس کو بھی نجات ہے اور جو مومن بن کر مسلمان بن کر اللہ پر ایمان لایا اُس کو بھی نجات ہے۔ اندازہ کیجئے یہ ایمان باللہ کا مضحکہ خیز تصور پیش کیا۔ یعنی جو یہودی ہے اسے بھی نجات ہے اور جو نصرانی ہے اسے بھی نجات ہے اور جو مجوسی ہے اسے بھی نجات ہے اور جو ستارے کی پرستش کر رہا ہے اسے بھی نجات ہے کیوں کہ الا الذین امنوا والذین ھادو والنصاری والصبئین من امن باللہ والیوم الآخر'' قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا کہ وہ جو ایمان لائے چاہے وہ یہودی

ہوں، چاہے وہ نصرانی ہوں، چاہے وہ مجوسی ہوں، بس جو ایمان لایا اللہ پر وہ ایمان باللہ کا حامل ہو گیا اب اُس کو یہ کہنا کہ صرف مسلمان ہی جنت میں جائے گا، مسلمان ہی ایمان والا ہے، مسلمان کی نجات پائے گا یہ تو فرقہ پرستی ہے اور یہ نسل پرستی ہے۔

میرے دوستو! اردو کے نام سے تفسیریں لوگوں نے مارکیٹ میں پھیلا رکھی ہیں، اور وہ جھوم جھوم کر یہ پڑھتے ہیں کہ دیکھو چودھویں صدی کے علماء نے دین کو محدود کر دیا۔ سرکل کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہ تاثر ہے کہ مسلمان ہی جنت میں جائے گا اور یہودی نہیں جائے گا اور نصرانی نہیں جائے گا یہ اِس قسم کی باتیں کی جاتی ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ یہ کس قدر مضحکہ خیز ہے اور کس قدر یہ تعجب کی بات ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان الذین امنوا کا مطلب کیا ہے؟ پہلے امنوا تو متعین کر لو پھر نصاری والصبئین یہ تو بعد کی بات ہے۔ امنوا میں داخل کون ہے ایمان والا کون ہے۔

میرے دوستو! جو صاحبِ رشد و ہدایت ہیں وہ وعظ کہتے ہیں آپ نے وعظ سنے ہیں اور ان شاء اللہ سنتے رہیں گے، یہ فقیرِ قادری خاص میرا ایک ذہن ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مسائل آپ کے دلوں کے باغ میں متعین کر دیئے جائیں بچھا دیئے جائیں تا کہ آج کی نسل میں آپ دین کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکیں۔ تو پہلے امنوا پر گفتگو کر لیتے ہیں۔ امنوا یعنی مومن کون ہے؟ تو کیا جو یہودی ہے اُس کو بھی نجات ہو گی؟ کیونکہ یہودی بھی تو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ نصرانی جو اقرونِ ثلاثہ کے بھی قائل ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ خدا ایک ہی ہے وہ اور بات ہے کہ یہ تین کو ایک کر دیتے ہیں جب ایک پر گرفت ہو، اور پھر تین پر گرفت ہو تو کہتے ہیں کہ یہ سب ایک ہی ہیں

اور ایک اور تین کا یہ چکرا لگ ہے، یہ موضوع الگ ہے۔ مجھے یہ بتانا ہے کہ الا الذین میں کون لوگ ہیں۔تو آیئے کہ اللہ کے وجود میں اور اللہ کے ماننے میں تو کسی کو اختلاف نہیں اللہ کوتو مانتے ہیں، یہودی بھی مانتے ہیں،نصرانی بھی مانتے ہیں وہ جس طرح مناتے ہیں وہ ایک الگ بات ہے۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کو ماننے کا مطلب کیا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اللہ کو مانتا ہوں۔اُس کو یہ ماننا کہ میں اللہ کو مانتا ہوں اتنا ہی معتبر ہوگا اِس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں؟ بس یہ مسئلہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کو ماننے کا مطلب کیا ہے۔اِس لئے یہ ہے کہ میں اللہ کی صفات کو بھی مانتا ہوں کیوں؟ اگر میں یہ کہوں کہ میں میں اپنے عزیز صوفی عبدالرؤف کو مانتا ہوں اِس کا مطلب یہ ہوگا میں اُن کی صفات کا بھی اقرار کرتا ہوں وہ صالح نوجوان ہیں، وہ صاحبِ علم ہیں، اللہ کے نیک بندے ہیں، اپنے آباء واجداد کے طریقے پر قائم ہیں۔ میں یہ کہوں کہ میں اِس شخص کو انسان مانتا ہوں اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں یہ تسلیم کر لوں کہ وہ صاحبِ عقل ہے۔میں یہ تسلیم کرلوں کہ وہ آنکھیں رکھتا ہے، میں یہ تسلیم کرلوں کہ وہ کان رکھتا ہے، میں یہ تسلیم کرلوں کہ وہ ناک رکھتا ہے، میں تسلیم کرلوں کہ یہ ہاتھ رکھتا ہے، میں یہ تسلیم کرلوں کہ یہ پاؤں رکھتا ہے۔ایک طرف میں کہتا ہوں کہ وہ انسان ہے لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ اُس کی آنکھیں ہیں۔میں یہ نہیں مانتا کہ اُس کے کان ہیں۔میں یہ نہیں مانتا کہ اُس کی زبان ہے تو یادرکھو کہ موصوف کا اقرار صفات کے بغیر ہو نہیں سکتا۔جب تک کہ صفات کا اقرار نہیں ہوگا موصوف کا ہم کیسے اقرار کر سکتے ہیں؟ انسان سنتا ہے، انسان دیکھتا ہے، انسان کھاتا ہے، انسان پیتا ہے، انسان

چلتا ہے، یہ انسان کی جو قوتیں ہیں اِن قوتوں کا جب تک اقرار نہ کیا جائے انسان نہیں مانا جا سکتا۔ ایک صاحبِ علم کو جب آپ نے مان لیا کہ وہ صاحبِ علم ہے، اور وہ دینی علم رکھتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ قرآن بھی جانتا ہے، حدیث بھی جانتا ہے، فقہ بھی جانتا ہے۔ اللہ کو ہم مانتے ہیں، اچھا صاحب آپ اللہ کو مانتے ہیں تو پھر کیا مطلب ہے اللہ کو ماننے کا؟ اللہ کو مانتے ہیں اور اللہ کو جانتے ہیں اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں اِس کا صاف اور واضح مطلب ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں یعنی اللہ ''حی'' ہے ہم مانتے ہیں۔ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ سے ہے سنتا ہے، اسے خبر ہے، اللہ کو ماننا وہ متکلم ہے۔ تو اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سنتا بھی ہے، وہ جانتا بھی ہے، وہ دیکھتا بھی ہے، وہ خبر بھی رکھتا ہے، وہ متکلم بھی ہے۔ اللہ کی صفات کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی اللہ کی صفات کا اقرار نہیں کرتا تو وہ اللہ کو پچھتر لاکھ اور کروڑ مرتبہ اللہ اللہ کہے گا لیکن وہ اللہ کو نہیں مان سکتا جب تک کہ وہ اللہ کی صفات کا اقرار نہ کرے اور صفات کو نہ مانے۔ یہ ساری باتیں میرے دوستو اُس وقت آپ کے سامنے کھل کر آ جائیں گی وہ نام کے علماء اور نام کے عالم جو قدم قدم پر بھٹک رہے ہیں انہوں نے محمد رسول اللہ تو کہہ لیا لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات سے بے خبر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں بس باقی رہا اُن کی صفات کا اقرار اور اُن کے فضائل کا اقرار یہ ضروری نہیں۔ ارے ظالم بغیر صفت کے موصوف کا اقرار کیسے ہوگا جب تک صفات کا اقرار نہیں ہوگا تب تک موصوف کا اقرار نہیں ہو سکتا۔

اللہ ایک ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، حی ہے، متکلم ہے وہ کلام کرتا ہے، اب یاد رکھئے

معلوم یہ ہوا کہ اللہ کی صفات میں ایک صفت متکلم ہونا کلام کرنے والا، رب العزت نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے کلام فرمایا، یہ بھی اُس کی ایک صفت ہے۔ تو اب جب کوئی شخص اللہ کو مانے گا تو یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ کو متکلم بھی مانے گا، اللہ کو کلام کرنے والا بھی مانے گا۔ اور اللہ کا کلام یہ قرآن مقدس ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلامِ مقدس میں ارشاد فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اور قرآن میں محمد رسول اللہ فرمایا تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ کے کلام کو یعنی قرآن کے ایک ایک لفظ کو مانے بغیر وہ اللہ کو نہیں مان سکتا۔ کیونکہ قرآن یہ اللہ کی صفت ہے، کلام ہے اور اِس کو مانے بغیر اللہ کو کوئی مان نہیں سکتا۔ تو آیئے اِس قرآن میں یہ بھی ہے کہ ملائکہ کو مانو، ملائکہ کا بھی اِس میں ذکر ہے۔ اور اِس میں کتابوں کا بھی ذکر ہے، اِس میں رسولوں کا بھی ذکر ہے اور اب اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ صرف ایک رسول کی بات نہیں جتنے بھی رسول دنیا میں آئے سارے رسولوں کا ماننا ضروری ہے۔ ایک آدمی اگر محمد رسول اللہ ﷺ کو مانتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو نہیں مانتا معاذ اللہ۔ حضرتِ موسیٰ کی رسالت کا وہ انکار کرتا ہے تو یاد رکھو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اگر وہ کروڑ مرتبہ مانے لیکن ایک رسول کا انکار ایمان کی کروڑوں منزلیں اُسے دور کردے گا۔ اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ سارے رسولوں کو مانو۔ اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ سارے انبیاء کو مانو، فرشتوں کو مانو، سرکارِ دو عالم ﷺ کو مانو، اور جب کوئی یہ کہے کہ میں اللہ کو مانتا ہوں تو اِس کیلئے ضروری ہو گیا کہ وہ قرآن کو بھی مانے اور قرآن میں جو لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ ﷺ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو اب

رسول اللہ کو بھی ماننا پڑے گا۔اور قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ یہ آخری نبی ہیں تو اب یہ بھی ماننا پڑے گا۔قرآن تو محمد رسول اللہ ﷺ کا اقرار کر رہا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہا ہے تو اب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں مؤمن ہوں ہوں تو اِس کا مطلب یہی تو ہے کہ کوئی شخص اِس کے بغیر موے من ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ کو نہ مانے اور جب تک قرآن کو نہ مانے۔تو اب نتیجہ کیا نکلا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہ پڑھے گا یاد رکھو کہ نہ وہ قرآن کو مان سکتا ہے اور نہ وہ خدا کو مان سکتا ہے اور سچ پوچھو تو قرآن کو ماننا اور خدا کو ماننے والی بات جو ہے میں آپ سے عرض کروں کہ یہ لا الہ الا اللہ علماء سے آپ سن چکے ہیں کئی مرتبے اِس انداز سے سنئے کہ لا الہ الا اللہ یہ مقدم ہے یعنی پہلے ہے اور محمد رسول اللہ بعد میں ہے جملے میں۔جملے میں لا الہ الا اللہ پہلے ہے اور محمد رسول اللہ بعد میں ہے آپ اِس کا اقرار کریں گے کہ اگر چہ محمد رسول اللہ جملے میں بعد میں ہے مؤخر ہے لیکن مرتبہً ایمان میں مقدم ہے کیوں کہ جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہیں کیا جائے گا لا الہ الا اللہ معتبر نہیں ہوگا تو جملے میں اگر چہ محمد رسول اللہ بعد میں ہیں لیکن مرتبہً ایمان میں محمد رسول اللہ مقدم ہیں کہ جب اِس کا اقرار ہوگا لا الہ الا اللہ معتبر ہوگا اور لا الہ الا اللہ کہنے والا مسلمان اور مؤمن کہلائے گا۔

گفتگو یہاں سے چل رہی تھی کہ اللہ کو ہم مانتے ہیں اور اللہ کو ماننے کا مطلب ہی یہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو مانو اور محمد رسول اللہ ﷺ کو کیسے مانو؟ اُن کی صفات کے ساتھ مانو۔

اُن کو جو اللہ نے صفات دی ہیں اُن صفات کے ساتھ مانو اگر تم نے اُن کی صفات کا اقرار نہیں کیا اُن کے فضائل اقرار نہیں کیا تو تم محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں مان سکتے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں جان سکتے۔

قرآنِ مقدس نے کہا کہ یا ایھا الذین امنوا ''اے ایمان والو'' تو معلوم یہ ہوا کہ ایمان معتبر اُس وقت ہوگا جب محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستگی ہوگی، جب محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلقات ہوں گے، محمد رسول اللہ ﷺ سے رابطہ ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے رابطہ اُس وقت ہوگا جب کہ یہ چودہ سو برس کے جتنے علماء ہیں، جتنے مشائخ ہیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہیں مانتا لیکن حدیث پر میرا عمل ہے۔ اللہ اکبر بڑی عجیب بات ہے کیا تو نے محمد رسول اللہ ﷺ سے حدیث خود سنی ہے؟ یہ حدیث کیسے پہنچی اور کس طرح پہنچی؟ اور میں تو یہ کہوں گا کہ حدیث تو وہ ہے کہ یہی قرآن کیلئے حجت ہے۔ ہر بات کیلئے لوگ حجت تلاش کرتے ہیں کہ دلیل کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ سارے کاموں کیلئے آخری دلیل قرآن ہے لیکن خود قرآن کیلئے دلیل کیا ہے؟ قرآن کے قرآن ہونے پر دلیل محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ سارے کاموں کیلئے آخری دلیل قرآن ہے اور قرآن کیلئے دلیل محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے۔

میرے عزیزو، میرے دوستو! امنوا، اے ایمان والو۔ اور ایمان انہیں لوگوں کا معتبر ہے، اسی لئے سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ ''سب سے بڑی جو جماعت ہے اس کی تم پیروی کرو'' پھر فرمایا کہ ''جماعت پر اللہ کا دستِ قدرت ہے''۔ ہم جو کہتے ہیں

اہلسنت و جماعت وہ اس لئے کہتے ہیں کہ ایک طرف سرکارِ دو عالم ﷺ کا طریقہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اور یہ طریقہ جماعت کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے۔یعنی کوئی جماعت سے الگ ہو کر وہ یہ دعوی کرے کہ وہ جماعت میں نہیں ہے، مثلاً نہ تو وہ حنفی، نہ تو وہ شافعی ہے، نہ تو وہ مالکی ہے، نہ وہ حنبلی ہے، وہ جماعت میں نہیں ہے لیکن وہ حدیث پر عمل کرتا ہے تو میرے دوستو یہ اُس کا جھوٹ اور فریب ہے۔حدیث پر وہ عمل کر ہی نہیں سکتا۔حدیث پر عمل کرنے کیلئے یہ جو محدثین ہیں یہ جو ائمہ ہیں اِن کی اقتداء ضروری ہے، اِن کا وسیلہ ضروری ہے۔اِن کے وسیلے کے بغیر حدیث پر ہم عمل کر ہی نہیں سکتے۔لہٰذا وسیلہ ضروری ہے۔

نعت شریف

لگی ہیں حشر میں آنکھیں مری انوارِ حضرت پر
ہزاروں بار میں قربان اپنی اِس پاکیزہ حسرت پر

تصدق رحمتِ عالم کے ہر عنوانِ سیرت پر
صداقت پر عدالت پر سخاوت پر شجاعت پر

زبان پر نام ہے آقا کا طوانِ حوادث میں
عبث موجیں مچلتی ہیں مرے جوشِ عقیدت پر

مدد اے ناخدائے دین سفینہ غرق ہوتا ہے
کہ طوفان الم کی یورشین ہیں اہلسنت پر

میں اُڑ جاؤں مدینے کی خلش یہ گدگداتی ہے
عطا کر واسطہ طیار کا اے دستِ قدرت پر

ہوئی مدت مگر اب تک یہی عالم ہے اے خوشتر
جہاں شاعری تاریک ہے احسن کی رسالت پر

باہتمام
مولانا محمدابراھیم خوشتر میموریل سوسائٹی
سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل
DAR-UL-RAZA

مکتبہ دارالرضا
عالمی روحانی مرکز دارالرضا انٹرنیشنل جھنگ سٹی
TEL: +92 300 6504263, +44 778 9699501
www.darulraza.net, Email: darulraza@gmail.com